تحریر: جناب بشیر احمد ایم اے (فلیچر اسکول آف لاء اینڈ ڈپلومیسی) ترجمہ: ڈاکٹر سبطین لکھنوی

قسط اوّل

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء

زیر نظر مضمون جناب بشیر احمد کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف "احمدیہ موومنٹ۔ برٹش جیوز کنکشن" کے اس باب کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت سے متعلق ہے۔ جناب بشیر احمد ایک منجھے ہوئے لکھاری اور تحقیقی مزاج کے حامل ہیں۔ ان کی دو اہم کتابیں "قادیان سے اسرائیل تک" اور "بہائیت" تحقیق کی دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں ذیل کے مضمون کا ترجمہ جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی نے کیا ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

بدلتے ہوئے حالات کے مطابق قادیانیوں نے "ویٹی گن" کی طرح اپنی طاقت کی بنیاد کو "قادیان" سے "ربوہ" میں منتقل کر لیا تھا جو سرگودھا کے قریب واقع ہے۔ "ربوہ" شہر نے استعمار، اور صیہونی اسرائیل کے ساتھ مضبوط روابط کی بنا پر، ریاست در ریاست کی پوزیشن کو اختیار کر لیا تھا۔ قادیانی نظم و ضبط کی ہم آہنگی اور اس کی شیرازہ بندی پر کنٹرول کرنے کے سارے پلان "ربوہ" میں تیار ہوتے تھے۔ پاکستان کی ایڈمنسٹریشن میں جو قادیانی اثر و رسوخ سرایت کر چکا تھا۔ اس اثر و رسوخ کے طور و اطوار کچھ اس قسم کے تھے کہ پاکستان کی کسی بھی حکومت کو یہ توفیق نصیب نہ ہو سکی کہ وہ قادیانی جماعت کی سیاسی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتی یا اس کی سیاسی جانچ پڑتال کرتی۔ قادیانی اپنے مذہبی عقائد کے مطابق امت مسلمہ کی صفوں میں چھید کر رہے تھے۔ اور بھولے بھالے مسلمانوں کے اذہان کا بشری کمزوریوں کے تقاضوں کی تکمیل کے نفسیاتی ہتھکنڈوں کے مطابق کافرانہ طریقوں سے استیصال کر رہے تھے۔ آزادی کے ان ابتدائی ایام میں جب پاکستان اپنی بقا اور اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ قادیانی حضرات استعمار اور نئی نئی کالونیاں بنانے والے سامراج کے خفیہ ہاتھوں کے تعاون سے نوکر شاہی، مسلح افواج، دیگر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کی جڑوں تک گھس چکے تھے۔ یہ لوگ ان اداروں کی اکثر کلیدی اسامیوں کو حاصل کر لینے کے بعد اپنے ماتحت عملے کے افراد کو قادیانی بنا لینے کی جدوجہد میں پوری طرح مصروف کار تھے۔ قادیانیت کا یہ دھارمک پرچار نہ تو اللہ اور بندے کے مابین کوئی مذہبی معاملہ تھا۔ اور قائداعظم کے پالیسی فریم ورک میں بھی اس تبلیغ کا کوئی یقینی جواز نہ دارد تھا۔ جارحانہ عزائم رکھنے والی یہ قادیانی تحریک جس کی بنیاد مذہبی وحدت کے استیصال پر قائم کی گئی تھی۔ درحقیقت "اجتماعی مذھبی" کی ایک منظم تحریک تھی۔ سیکولرزم کے وکلاء اور روشن خیال جمہوری اقتدار نے جب اس قسم کے جارحانہ (قادیانی) عزائم کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اس (جارحیت) کا نوٹس تک نہ لیا۔ تو قادیانی کھل کر سامنے آ گئے۔ سواد اعظم کے اندر، اپنے (قادیانی) عقائد کی تبلیغ کے لئے "لالچ" اور "خوف" کا طریق کار استعمال ہونے لگا۔ قادیانیوں نے ہر ایسی تنظیم یا شخصیت کو جو قادیانی عزائم کے خلاف کام کرتے ہوئے پائے گئے۔ انہیں شکست دینے پسپا کرنے اور انہیں سزائیں دینے کے جی بھر کر مزے لوٹے (روزنامہ مسلم اسلام آباد شمارہ ۲۷ مئی ۱۹۸۴ء) لیاقت علی خان کی وفات کے بعد، خواجہ ناظم الدین پاکستان کی وزارت عظمیٰ اور مسٹر غلام محمد ایک سابق سول سرونٹ مملکت کے گورنر جنرل کے عہدوں پر فائز ہو گئے۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے چار سال بعد اس کی سیاسی قیادت میں یہ تبدیلی ظہور پذیر ہوئی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب ملک میں سیاسی اتحاد ہم آہنگی و پیوستگی اور حقائق کے جذبات ڈوب رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ پاکستان کرب و اضطراب کی ایک علامت بن کر رہ گیا ہے۔ آئین ابھی تک تیار نہیں ہو پایا تھا۔ آئین ساز اسمبلی علاقائی اور گروہی جھگڑوں کا اکھاڑہ بن چکی تھی۔ مرکز اور صوبے باہمی ہاتھا پائی میں مصروف تھے۔ اور صوبے آپس میں دست بہ گریبان کوریائی جنگ کی گھن گرج سب کچھ لے اڑی تھی اس لئے پاکستان کی اقتصادیات پر زوال طاری تھا۔ خوراک کی قلت بھی سامنے آ چکی تھی۔ برسر اقتدار مسلم لیگ نے اپنا اثر و رسوخ گم کر دیا تھا۔ خصوصاً پنجاب میں سیاست دان فضول قسم کے تنازعات اور سازشوں میں مگن تھے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین ایک تناؤ تھا۔ نفرت اور بے رغبتی نے غلبہ اور فتح حاصل کرلی تھی۔ مہاجرین کی آبادکاری میں کامیابی کے آثار کہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔ کشمیر اور نہری پانی کے بھارت کے ساتھ تنازعات نے پاکستان کے دفاع پر اپنے سائے ڈال رکھے تھے (پاکستان از ڈبی پی سنگھال صفحہ ۸۰) نئی نئی قائم ہونے والی اس مملکت خداداد پاکستان کے اندر مرزا محمود (ربوہ کا پوپ للمترجم) جو "رول" ادا کر رہا تھا۔ اس نے عوام کے اندر بے چینی اور بے اطمینانی کا غلبہ مسلط کر رکھا تھا۔ اندر ہی اندر پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دینے والے سامراجی کھیل سے قادیانی حضرات استعمار کی شہہ پر کھیل رہے تھے۔ پاکستانی عوام اس امپیریلسٹ گیم سے خبردار ہو چکے تھے۔ کشمیر اور بلوچستان میں قادیانی سازشیں، پنڈی کیس میں قادیانیوں کا ملوث ہونا، یہ سب کارنامے مستقبل میں قادیانیت کے سیاسی عزائم سے آگاہ ہونے کے لئے کافی تھے۔ لیاقت علی خان نے قادیانیوں کے خفیہ عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ اور مرحوم اپنے ایک (قادیانی) وزیر کو تاش کے پتے کی طرح نکال باہر پھینکنے کا قدم اٹھانے ہی والے تھے۔ اس لئے یہ یقین کیا جا رہا تھا کہ لیاقت علی خان کے قتل کے ذمہ دار قادیانی ہیں۔ انگریز کے ایک نمک حلال نوکر ہونے کے ناطے سے اس کی خارجہ پالیسی کی بنا پر، عوام ظفراللہ خان قادیانی سے نفرت کرتے تھے۔ جب مسلم لیگ باؤنڈری کمیشن کے سامنے ظفراللہ خان قادیانی کو مسلم لیگ نے بطور وکیل پیش کیا تھا تو اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا تھا۔ کشمیر کے مقدمے میں بھی اقوام متحدہ میں پہنچ کر وہ مسلمانوں کو جل دے گیا تھا۔ ظفراللہ خان قادیانی کی اقوام متحدہ میں فضول قسم کی فصاحت و بلاغت اضطراب اور پریشانیوں کے سوا کشمیری مسلمانوں کو اور کچھ نہ دے سکی۔ مسئلہ کشمیر سرے سے تعطل کا شکار ہو کر رہ گیا۔

تحریک ختم نبوت کی اٹھان

اینٹی قادیانی تحریک نے ۱۹۴۸ء کے وسط ہی میں ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی تھی اور ۱۹۵۳ء میں (بہ ظاہر للمترجم) اس تحریک کا اختتام ہو گیا تھا۔ مرزا محمود (ربوہ کے پوپ) نے قیام پاکستان کے ایک سال بعد مغربی پاکستان کے اندر، عوامی رابطے کی ایک مہم شروع کر دی تھی۔ کوئٹہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا ایک پیروکار، قادیانی العقیدہ فوجی آفیسر قتل ہو گیا ہے (کتاب تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۳۲۱) کوئٹہ کی مسلم ریلوے ایمپلائیز تنظیم نے ایک عوامی جلسہ منعقد کیا تھا۔ علماء دین نے اس جلسے میں "مسئلہ ختم نبوت" کو اپنا موضوع سخن بنایا تھا۔ میجر محمود قادیانی دھیرے دھیرے لیکن مشکوک حالت میں جلسے کے عقب میں اپنے قدم بڑھا رہا تھا کہ منتظمین جلسہ چوکنے ہو گئے۔ اور فرار ہو جانے سے پہلے ہی میجر محمود قادیانی پکڑ لئے گئے۔ گرفت میں آتے ہی جوز خم

اسے پہنچے تھے ان زخموں کی تاب نہ لا کر میجر محمود قادیانی نے دم توڑ دیا تھا۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہر مکتب فکر کے علماء دین نے "ربوہ" کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی ان سب کا حقیقی موضوع خطابت یہ ہوتا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک برطانوی ایجنٹ تھا۔ جسے انگریز بہادر نے وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کر دینے کے لئے پیدا کیا تھا پاکستان کی اسلامی حکومت میں قادیانیوں کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ مرزا محمود قادیانی نے تقسیم سے قبل اپنے پیروکاروں سے کہا تھا کہ "پاکستان نہیں بن رہا۔ ایسی حکومت اگر قائم کر بھی لی گئی تو احمدی (قادیانی) اس تقسیم شدہ ملک کو اکھنڈ بھارت بنانے کی دوبارہ جدوجہد کریں گے"۔ علماء دین کہتے تھے کہ ظفر اللہ قادیانی ملک کا غدار ہے۔ اس غدار کو اپنے منصب سے ہٹا دیا جائے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں ملک کی کلیدی اسامیوں سے برطرف کر دیا جائے۔ تحریک ختم نبوت کے زعماء مجلس احرار اسلام کے لیڈر تھے۔ تقسیم سے پہلے یہ ایک سیاسی جماعت بھی تھی۔ لیکن ۱۲ جنوری ۱۹۴۹ء کو اس نے اپنی دفاع کانفرنس میں اس فیصلے کا اعلان کیا تھا کہ "احرار کی تمام سرگرمیاں ایک مذہبی گروپ کی حیثیت سے قائم رہیں گی۔ سیاسی سرگرمیوں کو ترک کر دیا جائے گا۔ البتہ مجلس احرار اسلام کے کارکن مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کریں گے احرار لیڈروں نے اپنے مطالبات کو منظور کرانے کے لئے ۱۹۵۰ء کے اوائل میں اپنی تبلیغی کانفرنسیں شروع کر دیں۔ قادیانیوں نے اس عوامی اضطراب کی طرف بہت کم توجہ دی۔ اکثر معاملات ایک تند و تیز دھارے کا رخ اختیار کر چکے تھے۔ احرار مبلغین پر حملے ہوئے۔ ان کے جلسوں کو درہم برہم کر دیا گیا۔ اس سب کچھ کے باوجود پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں مجلس احرار اسلام کے جلسے منعقد ہو کر رہے۔ پنجاب میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات ۱۹۵۱ء میں ہوئے۔ جس میں مسلم لیگ کو اچھی خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن مسلم لیگ نے مجلس احرار کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے علی الرغم کچھ احمدیوں (قادیانیوں) کو بھی مسلم لیگ کے امیدوار نامزد کر دیا۔ مسلم لیگ کے یہ نامزد قادیانی امیدوار سارے کے سارے مات ہو کر رہ گئے (پالیٹکس ان پاکستان تصنیف کے عزیز صفحہ ۱۶۲)

مجلس احرار نے اس پر یوم تشکر منایا۔ کراچی کی جماعت احمدیہ (قادیانیہ) نے ۱۷، ۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو اپنی جماعت کے ایک عوامی جلسے کا اعلان کر دیا۔ جس کے سب سے اہم خطیب سر ظفر اللہ قادیانی تھے۔ خواجہ ناظم الدین نے اس جلسے سے چند روز قبل ایک فرقہ وارانہ عوامی جلسے میں چودھری ظفر اللہ قادیانی کی شرکت کے عزائم پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ چودھری نے خواجہ صاحب کو جواب دیا کہ موصوف (قادیانی) انجمن سے اس جلسے میں شرکت کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اگر اس وعدے سے پہلے انہیں ہدایت کر دی جاتی تو وہ اس (قادیانی) جلسے میں شرکت سے احتراز کرتے۔ لیکن اب ان کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اس (قادیانی) جلسے سے خطاب کریں۔ اگر وزیر اعظم ان کے خطاب نہ کرنے پر مُصر ہوں تو وہ (ظفر اللہ خان قادیانی) اپنا استعفیٰ پیش کر سکتے ہیں (منیر رپورٹ صفحہ ۷۵) مذکورہ بالا قادیانی جلسے میں کی گئی اپنی تقریر میں ظفر اللہ خان (قادیانی) نے "احمدیت" (یعنی قادیانیت) کو ایک ایسے پودے کا نام دیا جسے اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہو۔ اور کہا کہ اس (قادیانی نام نہاد) اسلام کو تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت کا ذکر خود قرآن مجید میں (نعوذ باللہ) موجود ہے۔ یہ (قادیانی) پودا اب جڑ پکڑ چکا ہے۔ اگر اس پودے کو اکھاڑ دیا گیا تو "اسلام" زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکے گا۔ بلکہ ایک خشک درخت کی مانند بن کر رہ جائے گا۔ ایسا خشک مذہب جس کے اندر دیگر مذاہب کے مقابلے میں کوئی عظمت باقی نہیں رہے گی (منیر

رپورٹ- تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۲۳) کراچی اور پنجاب میں مطالبات شروع ہو گئے- قومی پریس نے اس واقعہ پر ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا (التبلیغ ربوہ شمارہ ۲۱ جون ۱۹۵۲ء) اس کے باوجود تبلیغ کی سخت فطرت نے قادیانیوں کے خلاف سخت آزردگی پیدا کر دی تھی- اس سے اینٹی قادیانی تحریک کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا- ظفراللہ خان قادیانی کی اس تقریر کے بعد کراچی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں چار مطالبات منظور کئے گئے-

۱- قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے-

۲- سر ظفراللہ خان قادیانی کو اس کے منصب سے ہٹا دیا جائے-

۳- احمدیوں (قادیانیوں) کو جملہ کلیدی مناصب سے برطرف کر دیا جائے-

۴- مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کو کامیاب بنانے کے لئے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کا اجلاس طلب کیا جائے-

مجلس عمل کا قیام

مولانا سید سلیمان ندوی علیہ رحمتہ نے کانفرنس کی صدارت فرمائی- آپ ہی کی صدارت میں آئندہ کنونشن طلب کرنے کے لئے ایک بورڈ بھی تشکیل دیا گیا- جانی پہچانی ایک کونسل بھی مقرر کر دی گئی- مذکورہ بالا بورڈ ان علماء دین کے سینئر ارکان پر مشتمل تھا جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو ہدایات دینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا- جولائی ۱۹۵۲ء کی تدابیر کو عمل میں لانے کے لئے ایسے علماء دین کی مجلس عمل تشکیل دی گئی جو ان مطالبات کو درست اور تسلی بخش طریقے سے منظور کرانے کے تحفظ کے ضامن تھے- جو قادیانی مسئلے کی نزاکت کو واضح کرنے کی اہلیت بھی رکھتے تھے- ایک احرار راہنما قاضی احسان احمد علیہ الرحمتہ شجاع آبادی نے مطالعہ کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر خواجہ ناظم الدین کے سامنے رکھ دیا- اس لٹریچر کو پڑھتے ہی خواجہ صاحب ہیبت زدہ ہو کر رہ گئے (منیر رپورٹ صفحہ ۱۷۵)

علماء دین کے مذکورہ مطالبات سے حکومت متفق تھی- خواجہ ناظم الدین کے رویے کا تجزیہ مسٹر بنڈر (Binder) ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں-

"اگرچہ خواجہ ناظم الدین آہستہ آہستہ یا تدریجاً اس امر سے اتفاق کرنے لگے تھے کہ احمدی (قادیانی) ملحد، اور کافر ہیں- اور اس پر بھی وہ متفق تھے کہ وہ (قادیانی) مسلمان نہیں ہیں- لیکن دستوری اور آئینی لحاظ سے قادیانیوں کو دین سے خارج کر دینے کی سوچ پر خواجہ ناظم الدین پس و پیش میں مبتلا تھے- دوسری طرف سے بھی انہیں قائل کر لیا گیا تھا کہ حکومت کو احمدی (قادیانی) مسئلے پر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئیے- تاہم خواجہ صاحب علماء دین کے دل کو ٹھیس بھی نہیں پہنچانا چاہتے تھے- اسی بنا پر صاحب موصوف نے اکابر علماء کو اپنے گھر پر مدعو کیا- جہاں قادیانی مسئلے پر ان علماء کے ساتھ ایک طویل بحث و مباحثہ ہوا- خواجہ ناظم الدین چاہتے یہ تھے کہ قادیانی مسئلے کو چھوڑ کر دیگر مسائل پر علماء کرام مراعات حاصل کر لیں- خواجہ صاحب نے کراچی اور لاہور کے علماء کے مابین پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی- علماء کی دو تنظیموں کے اختلافات کا استعمال کیا- اسی طرح اسلامی تعلیماتی بورڈ اور انتہاء پسند علماء کے

مابین بھی دراڑیں ڈالنے کی مساعی جاری رہی اس پورے نزاعی دور میں روزنامہ "ڈان" نے (جو تہہ دل سے خواجہ ناظم الدین کے ساتھ مخلص تھا) علماء دین کے خلاف مغلظات کے انبار لگا دیئے۔ مخالفت کے خصوصی زاویہ نگاہ سے لیٔ خبروں کو پیش کرتا رہا۔ روزنامہ "ڈان" نے اپنے اکثر صفحات ماڈرن وضع قطع اور جدید نقش و نگار کے لئے وقف رکھے تھے (روزنامہ ڈان کے حسب ذیل شمارے ملاحظہ ہوں۔ گیارہ جولائی ۱۹۵۲ء ۱۵ اگست ۱۹۵۲) سات، اکیس او چوبیس ستمبر ۱۹۵۲ء)

جولائی ۱۹۵۲ء میں قادیانی جماعت کا ایک پانچ رکنی وفد جو اللہ دتہ قادیانی ایڈیٹر الفرقان ربوہ۔ عبدالرحیم درد قادیانی۔ جلال دین شمس قادیانی، شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ قادیانی اور عبدالرحمان خادم قادیانی پر مشتمل تھا سید مودودی سے ملاقات کی خاطر لاہور پہنچا۔ مولانا مودودی نے اس قادیانی وفد کو مشورہ دیا کہ قادیانی حضرات خود اپنے ہی عقائد کے فطری نتائج کے مطابق اپنے لئے غیر مسلم ہونے کی حالت کو قبول کر لیں۔ لیکن قادیانی وفد کے عزائم بہ جز اس کے اور کچھ نہ تھے کہ وہ (قادیانی) اس ملاقات کے سنگین نتائج کا استیصال کر سکیں۔ مولانا ان کے بد باطن عزائم سے آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قادیانیوں کے ساتھ صرف اس حالت میں گفتگو کرنے کو قبول کر لیا کہ ان مذاکرات کو شائع نہیں کیا جائے گا (ماہنامہ الفرقان ربوہ شمارہ نومبر ۱۹۷۰ء کتاب تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۲۷۴) قادیانی وفد خواجہ ناظم الدین سے بھی ملاقات کے لئے پہنچ گیا۔ اس ملاقات میں سردار عبدالرب نشتر، مشتاق احمد گورمانی اور فضل الرحمان بنگالی بھی موجود تھے۔ اس وفد نے وزیر اعظم کے سامنے عقیدہ ختم نبوت کا قادیانی نقطہ نظر اور اپنے مطالبات کے مفہوم کی وضاحت بیان کی۔ لیکن وہ وزیر اعظم کو قائل نہ کر سکے۔ نوکر شاہی کے اونچے طبقے میں قادیانی وسائل موجود تھے لہذا مجلس احرار اسلام کے خلاف قادیانیوں نے ایک طاقتور مہم شروع کر دی اور اپنی پوری توانیاں اس پراپیگنڈے پر صرف کر دی تھیں کہ مجلس احرار اسلام کا ماضی مشکوک اور قابل گرفت ہے۔ احراری پاکستان دشمن اور کانگرس کا حامی عنصر ہیں۔ اینٹی قادیانی تحریک ایک سیاسی سٹنٹ یا ایک سیاسی کرتب ہے۔ جس کا اصل مقصد محض اضطراب کو جنم دینا اور برّاعظم کی تقسیم کو نیست و نابود کر دینا ہے اس کے برعکس اپنی اس پراپیگنڈہ مہم میں قادیانی حضرات خود اپنے آپ کو پاکستان کے ایک حامی گروپ کی شکل میں پیش کرتے رہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کرتے رہے کہ تحریک آزادی میں انہوں نے حصہ لیا تھا۔ کانگرس اور برطانیہ کے ساتھ جنگ لڑنے میں وہ برابر کے شریک تھے (الفرقان ربوہ مطابق فروری مارچ اپریل ۱۹۵۳ء) پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ جیسے اہم مسئلہ کے بارے میں قادیانی اس یقین میں مبتلا تھے کہ جن حالات نے اس وقت پاکستان پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے ان (مغلوب) حالات میں اسلامی دستور کو نافذ کرنا انتہائی مشکل ہو گا۔ ارد گرد کے حالات اسلامی دستور کے لئے سازگار نہیں ہیں۔ اسلامی دستور کے لئے علماء دین کی طرف سے ابھی تک بنیادی کام کی ابتدا تک نہیں ہو پائی ہے (الفرقان ربوہ شمارہ اکتوبر ۱۹۵۳ء)

مرزا محمود مجلس احرار اسلام کے خلاف اپنے بیان کے الفاظ بغیر ڈکار لیئے ہضم کر گئے

مرزا محمود (قادیانی) نے تحریک ختم نبوت کو سبوتاژ کرنے کی خاطر لندن کے اخبار ڈیلی "میل" کو اپنے انٹرویو میں واضح طور پر بتایا۔

"مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ موجودہ "اینٹی قادیانی ایجی ٹیشن" میں بھارت کا خفیہ ہاتھ پشت پناہی کر رہا ہے۔

اس نے کہا اس کے پاس اصل ثبوت موجود ہیں۔ اور مناسب وقت آنے پر حکمران طبقے کے خاص افراد کے سامنے موصوف یہ اصل ثبوت پیش کر دیں گے (ضمیمہ کتاب تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۵) جب مرزا سے سختی سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے ذکر کردہ ثبوت کو عوام کے سامنے پیش کریں تو بجائے اس کے کہ آپ اس ثبوت کو پیش کرتے (اور وہ پیش کر سکتے ہی نہیں تھے) روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کو ان الفاظ میں ایک وضاحت ارسال کر دی۔

"آپ کے اخبار ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء میں میرے ایک "انٹرویو" کی رپورٹ شائع ہوئی ہے انٹرویو نگار، میاں محمد شفیع (م۔ش) ایک تجربہ کار اور ایماندار انسان ہیں۔ موصوف نے کسی نہ کسی پہلو سے میرے اس "انٹرویو" سے یہ تاثر لیا ہے کہ ہمارے (قادیانی) کے پاس مجلس احرار اسلام کے بارے میں اس کے بھارت سے زر تعاون کے حصول کا کوئی ثبوت پہلے سے موجود ہے۔ میرے کہنے کا تو مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگوں سے مجھے یہ اطلاعات ملی ہیں کہ بارڈر کے اس پار سے مجلس احرار کو زر تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ مذکورہ مخبروں کے پاس اس قسم کے ثبوت موجود ہیں۔ لیکن میرے پاس (یعنی مرزا محمود قادیانی کے پاس) اس کی تصدیق کے لئے کوئی استطاعت نہیں ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ بھارتی پارٹیوں سے زر تعاون کے حصول کے بعض اہم سراغ چند ایک احراری کارکنوں کے بارے میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہم اس کی تحقیق اور کھوجنا کر رہے ہیں۔ مرزا محمود نے مزید کہا "اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کسی یقینی نتیجے پر جب بھی وہ پہنچ گئے تو اس کو ذمہ دار حکمران افراد کے روبرو اپنے وقت پر پیش کر دیا جائے گا۔ بدقسمتی سے کچھ ایسا نظر آرہا ہے کہ میں ذاتی طور پر اس مسئلے کی وضاحت نہیں کر سکوں گا۔ دو چیزیں باہم مخلوط کر دی گئی ہیں۔ (ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۵)

قادیانی عزائم بے نقاب ہوتے ہیں

اینٹی قادیانی تحریک نے دھیرے دھیرے اپنی قوت اختیار میں اضافہ کر لیا۔ مطالبات جاری تھے۔ جلسے ہو رہے تھے۔ ان مقبول عام مطالبات کے حق میں پورے ملک کے اندر جلوس نکل رہے تھے۔ حکومت وقت نے ایجی ٹیشن کو روکنے کے لئے جارحانہ اور تشدد آمیز پیمانے استعمال کئے۔ لیکن ناکام رہی۔ جب مجلس عمل نے راست اقدام کو باقاعدہ ایک شکل دے دی۔ اور وزیر اعظم کے نام مطالبات کو تسلیم کر لینے کی آخری تاریخ کا نوٹس بھی جاری کر دیا گیا۔ تو دولتانہ وزارت کو پنجاب میں اچھا خاصہ دھچکا لگا۔

فٹ نوٹ نمبر ۱

امریکی حلقے اور سی آئی اے کے معاون ذرائع ابلاغ پاکستان میں کسی قریب الوقوع قحط سالی کے مفروضہ بھوت کو ملک میں گندم کی قلت اور قحط سالی کی علامت کا پراپیگنڈہ کرنے پر مامور تھے۔ بھوت نما اس فرضی اندیشے سے پاکستان میں ذخیرہ اندوزی اور غذائی قیمتوں میں گرانی ابھر کر سامنے آگئیں۔ ناامیدی کے مارے ہوئے خواجہ صاحب نے امریکہ بہادر سے غذائی امداد کی اپیل کر دی۔ اس نے تعاون کا وعدہ کیا۔ اس وعدے کے باوجود، امریکہ بہادر نے اس غذائی امداد کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک (۱۹۵۳ء میں) خواجہ صاحب حکومت سے نکال کر باہر نہیں کر دیئے گئے۔ خواجہ صاحب کی معزولی کے ایک ہفتہ بعد امریکی حکومت نے پاکستان کو غذائی ترسیل کا اعلان کیا۔ لیکن یہ امداد بھی اس وقت موصول ہونا شروع ہوئی جب کہ پاکستان میں فصل کی کٹائی اپنے عروج پر تھی۔ اور فی الواقعہ قحط سالی کی علامت اس حقیقت سے نکل چکی تھی کہ پاکستان میں غذائی حالات مزید خراب نہیں ہوں

گئے۔ فصل کی کٹائی میں اضافہ ہوا۔ اور پاکستان امریکہ کی موعودہ غذائی امداد پہنچنے سے پہلے اپنی غذائی قلت کے بحران پر قابو پا چکا تھا۔
(The Unstable State تصنیف حسن گردیزی۔ جمیل رشید مطبوعہ Vanguard. Book stall. Lahore. صفحہ نمبر ۸۵)

مارشل لاء کا نفاذ

ختم نبوت کی اس عوامی تحریک نے مارچ کے اوائل میں بتدریج اس حد تک وسعت اختیار کر لی تھی کہ سول حکومت کو اس نے اٹھا کر رکھ دیا تھا۔ لاہور شہر میں سول حکومت معذور ہو کر رہ گئی تھی۔ سرکردہ علماء دین حراست میں لے کر سارے کے سارے پس دیوار زنداں دھکیل دیئے گئے تھے۔ حراست کی یہ پوری کاروائی اس وقت عمل میں لائی گئی تھی جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے اپنے ایک اخباری بیان کے ذریعہ تحریک ختم نبوت کے اہم مطالبات کو فی الحقیقت تسلیم کر لیا تھا۔ یعنی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے اور ظفر اللہ خان جیسے قادیانی لیڈر کو وزارت خارجہ سے معزول کر دیا جائے۔ میاں صاحب کا یہ بیان قادیانیوں کے لئے "بم" کا ایک گولہ ثابت ہوا۔ اگرچہ جسٹس منیر نے دولتانہ صاحب کے اس بیان کو میکاولی سیاست سے تعبیر کیا تھا۔ اسی روز یعنی چھ مارچ ۱۹۵۳ء کو پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا جو مئی ۱۹۵۳ء کے اواخر تک باقی رہا۔ تحریک ختم نبوت کو کچل دینے کی خاطر فوج کو بلا لیا گیا۔ ظفر اللہ خان قادیانی نے دعویٰ کیا کہ اس نے خواجہ ناظم الدین سے یہ کہہ دیا تھا کہ کسی بھی شکل و صورت میں ان کا استعفیٰ اگر خواجہ صاحب کے راج سنگھاسن کا مددگار ثابت ہو سکتا ہو تو وہ استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن چودھری کی اس پیشکش سے خواجہ صاحب متفق نہیں تھے۔ ظفر اللہ قادیانی اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے امریکہ روانہ ہو گئے۔ وہاں انہیں خواجہ ناظم الدین کا ایک تار موصول ہوا کہ وہ ڈائریکٹ ایکشن کے متعین ایام سے قبل پاکستان واپس نہ آئیں۔ مسٹر آئی آئی چندریگر گورنر پنجاب اور وزیر اعلیٰ لاقانونیت کی بڑھتی ہوئی ابتری کا اندازہ پہلے ہی لگا چکے تھے۔ فون پر گورنر صاحب نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو آگاہ کیا کہ لاہور شہر، خرابی اور ابتری کے اس عالم سے گزر رہا ہے کہ بہت سے عوامی اداروں پر عوام قابض ہو چکے ہیں۔ پاکستان کی مرکزی کابینہ نے سیکرٹری وزارت دفاع مسٹر اسکندر مرزا سے کہا کہ وہ فوری طور پر جنرل اعظم خاں سے رابطہ قائم کریں اور ان سے پوچھیں کہ کیا وہ لاہور شہر میں امن و امان بحال کر سکتے ہیں؟ اعظم خان نے جواب دیا کہ انہیں اس قسم کا اگر حکم دیا گیا تو وہ صرف ایک گھنٹے میں لاء اینڈ آرڈر بحال کر سکتے ہیں۔" (تحدیث نعمت از چودھری ظفر اللہ خان صفحہ ۲۸۵ سرونٹ آف گاڈ صفحہ ۱۹۹) اسکندر مرزا نے مارشل لاء کو نافذ کر دینے میں بدنامی اور رسوائی کا جو عمل سرانجام دیا۔ وہ انتہائی تعجب انگیز تھا۔ وزیر اعظم پاکستان اور ان کی مرکزی کابینہ سے منظوری لئے بغیر (جبکہ چھ مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کا اجلاس ہو رہا تھا) اسکندر مرزا نے جنرل اعظم خان کو مارشل لاء نافذ کر دینے کا حکم جاری کر دیا۔ جب فوجی عمل شروع ہو گیا تو اس کو روکنا اور سمیٹنا انتہائی دشوار تھا۔ تحریک ختم نبوت کے دوران میں قادیانیوں نے انتہائی نفرت انگیز اور قبیح کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت کا جارحانہ انداز میں جوابی سدباب کی خاطر، ہزارہا روپے کے مصارف سے چند بددیانت اور بے ایمان صحافی، وکلاء، لادین عنصر اور نوکر شاہی کے افراد خرید کئے گئے۔ اپنے ذی اختیار ادھم مچانے والے غنڈوں کے توسط سے سامراجی طاقتیں پاکستان کی بیوروکریسی پر، اثر انداز ہو

رہی تھیں۔ غیر ملکی پریس پر قابض صیہونی اور یہودی لابیز، احمدی (قادیانی) نقطہ نظر کی چوری چوری حمایت کر رہی تھیں۔ ان لابیوں کی طرف سے قادیانیوں کے ساتھ اپنی مکمل ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ ظفر اللہ خان قادیانی نے اپنے غیر ملکی اساتذہ یا آقاؤں کے توسط سے پاکستان کی مذہبی حکومت پر دباؤ ڈالنے اور "اینٹی قادیانی تحریک" کو کچل کر رکھ دینے کے لئے اپنی پوری توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ مارشل لاء نافذ ہو جانے کے بعد فوجی عدالتیں قائم کر دی گئیں۔ لاہور کا پورا شہر فوجی نظم و نسق کے حوالے تھا۔ بہت سے علماء دین حراست میں لے لئے گئے تھے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا عبدالستار نیازی کو چالان کر کے فوجی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں انہیں سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ مارشل لاء اتھارٹیز نے یہاں پھر اپنے اختیارات سے تجاوز کی راہ اختیار کر لی تھی کیونکہ ان کے اختیارات صرف لاء اینڈ آرڈر کی بحالی اور قیام امن تک محدود تھے۔ پوری قوم نے (مارشل لاء اتھارٹیز کے) اس عمل کا برا منایا۔ یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو ربوہ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل مرزا ناصر احمد، مرزا شریف احمد اور آٹھ دیگر قادیانیوں کو مارشل لاء کے جاری کردہ قوانین کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اسلحہ کا کھوج لگانے کی خاطر "ربوہ" شہر کی تلاشی لی (روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ مطابق ۲ اپریل ۱۹۵۳ء) مرزا محمود قادیانی نے "ربوہ" میں اسلحہ اور ہتھیار جمع نہیں کر رکھے تھے بلکہ وہ ایک علیحدہ گیم کھیل رہا تھا۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کا بریگیڈیئر اے۔ آر۔ صدیقی نے انتہائی مناسب اور موزوں تجزیہ کیا ہے۔ اور اس کے بارے میں کچھ سوالات بھی اٹھائے ہیں۔ یہ حقیقت اب کوئی راز نہیں رہی کہ اسکندر مرزا نے وزیر اعظم کے حکم کے بغیر ہی سی او سی جنرل اعظم خان کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دینے کا حکم دے دیا تھا۔ پھر یہ کہ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کو نافذ کرنے کا اصل مقصد بلاشرکت غیرے پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کو بحال کرنا تھا۔ اس کے باوجود یہ مارشل لاء ۱۷ مئی ۱۹۵۳ء تک قائم رہا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ چند ایک دوسرے سیاسی اغراض و مقاصد کی کامیاب تکمیل کی خاطر کیا جا رہا تھا۔ خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ سے معزولی اور اس معزولی سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نمٹنا بھی ان اغراض و مقاصد میں شامل تھا۔ مارشل لاء انتظامیہ اپنی حدود سے تجاوز کر گئی تھی۔ ذرائع ابلاغ پر قدغن نافذ تھی۔ اکثر اخبارات بند کر دیئے گئے تھے۔ اور ان کے ایڈیٹر حضرات جیلوں میں بھیج دیئے گئے تھے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ مارشل لاء نے اپنی اس دلدل کو آخر پھیلا کیوں لیا تھا؟ کردار سازی معاشرتی اور تعلیمی اصلاحات کے علاوہ صحت کے بارے میں روزمرہ کے امور کی اصلاحات بھی اس دلدل میں شامل تھیں۔ ملٹری ایکشن کے دوران میں بہت سے جونیئر افسر حضرات اپنے اختیارات کے غلط استعمال اور ناشائستہ حرکات میں ملوث پائے گئے۔ اس قسم کے اسکینڈلز سے یا تو آنکھیں بند کر لی گئیں بصورت دیگر سرکار دربار کی معمولی سرزنش کے بعد انہیں بچا لیا گیا۔

سید مودودی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی سزائے موت کا فیصلہ مارشل لاء اختیارات کے دائرہ کار سے باہر تھا۔ یہ فیصلہ ایک ایسا قابل ملامت فعل تھا جو وزیر اعظم پاکستان کی برگشتگی، بے زاری، پوری قوم کی مکمل بدحواسی اور کسی جائز قانونی اتھارٹی کے بغیر کیا گیا تھا۔ فوج نے پہلی دفعہ سول حکمرانی کا میٹھا ذائقہ چکھ لیا تھا۔ اسے اس امر سے آگاہی ہو گئی تھی کہ قومی معرکہ آرائی کے دوران میں "فوج" کو کیا اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ قوم کے

سیاسی معاملات میں آرمی کو مناسب کردار ادا کرنے کی آرزو بھی فوج کے اندر پیدا ہو چکی تھی۔ (اخبار دی نیشن لاہور شمارہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۷ء)

میجر جنرل احیاء الدین جیسے کٹر قادیانی العقیدہ افسر کا فیضان نظر بھی اس دور کی مارشل لاء انتظامیہ کے اندر کارفرما تھا۔ یہ قادیانی چیف آف اسٹاف کھلی ننگی طاقت استعمال کر کے "تحریک ختم نبوت" کو کچل دینا چاہتے تھے۔ خاص طور پہ ان افراد کو جنہیں تحریک ختم نبوت کے دوران میں ملٹری ایکشن کی خاطر لاہور کی مسجد وزیر خاں میں بند کر دیا گیا تھا۔ قادیانی چیف آف اسٹاف صاحب ان محروسین کا بالکل صفایا کر دینے کے آرزو مند تھے۔ لیکن اس اندیشے کی بنا پر کہ اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں ایک وسیع و عریض رد عمل کے پھیل جانے کا خوف تھا اس لئے جنرل احیاء الدین قادیانی کے اس منصوبے کو روک دیا گیا تھا۔ قومی معاملات کے بارے میں جنرل احیاء الدین قادیانی انتہائی تنگ نظر اور متعصب تھے۔ پاکستان کے قومی معاملات میں قادیانی موصوف کا تعلق بس اتنا ہی تھا کہ احمدیہ (یعنی قادیانی) کمیونٹی کو ہر قیمت پر تحفظ ملنا چاہئیے (ایک جرنیل کی سرگزشت از میجر جنرل امراؤ خان سن ۱۹۹۲ء)

دفتر احرار لاہور میں

جناب حافظ احمد معاویہ کی تعیناتی

دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں نوجوان احرار کارکن

❖ جناب حافظ احمد معاویہ کو بطور ناظم تعینات کر دیا گیا ہے۔

❖

❖ احباب جماعتی امور کے سلسلہ میں ان سے رابطہ رکھیں۔

دفتر مجلس احرار اسلام لاہور۔ ۲۷ سلطان احمد روڈ اچھرہ۔ فون : 7560450